قصاص و دیت

سید زین العابدین ☆

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی له من اخیه شیء فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان ذلك تخفیف من ربکم ورحمة فمن اعتدی بعد ذلك فله عذاب الیم ☆ ولکم فی القصاص حیوة یاولی الالباب لعلکم تتقون ☆ (البقرہ۔۱۷۸، ۱۷۹)

ترجمہ: اے ایمان والو، مقتولین کے سلسلہ میں تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے، آزاد کے بدلے میں (وہ) آزاد (ہی قتل ہوگا جو قاتل ہے) غلام کے بدلے میں (وہ) غلام (ہی قتل ہوگا جو قاتل ہے) اور عورت کے بدلے میں (وہ) عورت (ہی قتل ہوگی جو قاتلہ ہے)، پھر اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے وارث کی طرف) سے کچھ معافی مل جائے (یعنی وہ دیت لینے پر راضی ہو جائے) تو قاتل کو معروف کے مطابق (وارث کے مطالبے کی) پیروی کرنی چاہئے، اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس کو دیت ادا کر دینی چاہئے، (قصاص کی معافی کی صورت میں دیت کا حکم) یہ تمہارے رب کی طرف سے بڑی آسانی اور (اس کی) رحمت ہے، پھر اس (طرح دیت کا معاملہ طے ہو جانے) کے بعد جو شخص زیادتی کرے تو اس کے لئے (اللہ کے ہاں) دردناک عذاب ہے۔ اور اے عقل والو، قصاص (کے قانون) میں تمہارے لیے زندگی (کی حفاظت وضمانت) ہے (اور یہ قانون تم پر اس لیے فرض کیا گیا ہے) تاکہ تم (خونریزی سے بچ کر) تقویٰ شعار بن جاؤ۔

☆ عالم دین۔ برائے رابطہ 0320-4000021

ایام جاہلیت میں ظلم و زیادتی کا دور دورہ تھا، بعض قبیلے دوسرے قبیلوں کے مقابلہ میں احساس برتری کا شکار تھے، اس طرح اگر کسی برتر قبیلہ کا کوئی غلام کسی کمتر قبیلہ کے غلام کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تو قصاص میں کمتر قبیلے کے آزاد آدمی کو قتل کرتے اور اگر برتر قبیلہ کا کوئی آزاد آدمی کمتر قبیلہ کے کسی آزاد آدمی کو قتل کر دیتا تو برتر قبیلہ کا آزاد آدمی قتل نہیں ہوتا بلکہ اس کے بجائے کسی غلام کو قصاص میں قتل کرتے، اللہ تعالیٰ نے یہ نامنصفانہ دستور مسترد کر کے منصفانہ قانون نافذ کر دیا۔ اب اسلامی قانون قصاص کی رو سے قاتل ہی قتل ہوگا خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، اگر مقتول کے ورثاء، قاتل کو معاف کر دیں اور دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل اور قاتل کے عصبات کو دستور کے مطابق بڑے حسن وخوبی سے دیت ادا کر دینی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من قتل له قتیل فهو بخیر النظرین اما ان یفدی واما ان یقید (صحیح بخاری کتاب اللقطة باب کیف تعرف لقطة اهل مکة جزء ۳/۱۶۶، وصحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکة جزء اول ص ۵۶۹)

ترجمہ: جس کا کوئی (عزیز) قتل ہو جائے تو اسے دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہے، خواہ فدیہ لے لے، خواہ بدلہ لے لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتول کے وارث کو دو باتوں کا اختیار ہے خواہ قصاص میں قاتل کو قتل کرے یا قاتل سے دیت لے لے اور پھر اسے چھوڑ دے۔

قانون قصاص اور امن عالم

مقتول کا قصاص لینے سے مقتول دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا البتہ مقتول کا قصاص لینے سے مقتول کے وارثوں کا جوش انتقام ٹھنڈا ہو جاتا ہے، یہ قصاص کا ایک فائدہ ہے، دوسرا فائدہ قصاص کا یہ ہے کہ لوگوں کی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں، کوئی کسی کو قتل کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا، وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے اس کو قتل کر دیا تو قصاص میں میں بھی قتل کر دیا جاؤں گا، میرے بیوی بچے بھی اسی طرح پریشان ہوں گے جس طرح اس کے بچے، گویا میں اس کو ہی قتل نہیں کر رہا بلکہ خود اپنے کو بھی قتل کر رہا ہوں، یہ تصور اس کو قتل سے باز رکھتا ہے اور اس طرح کافی حد تک جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں، اگر قصاص کا قانون نہ ہو، صرف جرمانہ، قید یا دیت کا قانون ہو تو جانیں غیر محفوظ ہو جاتی ہیں، قتل کرنے پر جرأت ہوتی ہے اور قتل کی وارداتیں بڑھ جاتی ہیں، اسلام کے قانون قصاص ہی سے امن عالم برقرار رہ سکتا ہے۔

دیت کی افادیت

دیت کے قانون میں بھی ایک خاص قسم کا فائدہ ہے، ایک جان تو گئی، اب ایک جان قصاص میں اور جا رہی ہے، ایک خاندان والے بے سروساماں ہو گئے، اب ایک خاندان والے اور بے سروساماں ہوں گے، مقتول کے ورثاء اگر یہ سوچ کر قصاص معاف کر دیں کہ مقتول تو زندہ نہیں ہو سکتا، قاتل کی جان لینے سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا، ہمیں اگر فائدہ پہنچ سکتا ہے تو دیت سے فائدہ پہنچ سکتا ہے، دیت کے ذریعہ مقتول کی بیوہ اور یتیم بچے مالی منفعت حاصل کر کے تباہی سے بچ سکتے ہیں، خوشحال اور فارغ البال ہو سکتے ہیں اور قاتل کے بیوی بچے بھی تباہی سے بچ سکتے ہیں، کیونکہ قاتل قصاص میں قتل نہیں ہوگا، لہٰذا وہ زندہ رہ کر اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کر سکتا ہے، مزید برآں دونوں خاندانوں میں محبت و الفت پیدا ہونے کا بھی قوی امکان ہے، اس لئے دیت کا قانون دونوں گھرانوں کے لئے باعث رحمت ہے۔ ذلک تخفیف من ربکم و رحمۃ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

دیت لینے کے بعد مقتول کا وارث قاتل کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کرے (فلہ عذاب الیم) تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ دیت لینے کے بعد معاملات بالکل پرسکون ہو جانے چاہئیں اور جوش انتقام ٹھنڈا ہو جانا چاہئے۔

الاشھر الحرام اور قانون قصاص

الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمت قصاص فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین ☆ (البقرہ ۱۹۴)

ترجمہ: (ایمان والو حرمت والے مہینوں کا ادب کیا کرو مگر اس شرط کے ساتھ کہ) اگر کافر حرمت والے مہینہ کا ادب کریں تو تم بھی حرمت والے مہینے کا ادب کرو کیونکہ حرمتوں کا لحاظ تو ادلے بدلے کی چیز ہے پھر اگر وہ تم پر زیادتی کریں تو جیسی زیادتی وہ تم پر کریں ویسی ہی زیادتی کریں تم بھی ان پر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس بات کو اچھی طرح) جان لو کہ اللہ متقین (یعنی ڈرنے والوں) کے ساتھ ہے۔

الغرض حرمت والے مہینے کی حرمت کو ملحوظ رکھو بشرطیکہ کفار بھی اس کی حرمت کو ملحوظ رکھیں کیونکہ یہ حرمتیں تو درحقیقت بدلہ ہی میں ملحوظ رکھی جا سکتی ہیں۔ اگر کافر حرمت والے مہینہ کا لحاظ کر کے جنگ بند کر دیں تو مومنین پر بھی فرض ہے کہ وہ بھی اس مہینہ کی حرمت کا لحاظ کریں اور جنگ نہ کریں، لیکن اگر کفار حرمت والے مہینے کی حرمت کا لحاظ نہ کریں اور جنگ شروع کر دیں یا جنگ جاری رکھیں تو پھر مجبوراً مومنین بھی جنگ کر سکتے ہیں، ایسی حالت میں اگر مومنین جنگ نہ کریں تو آخر کیا کریں؟ کیا کفار کے

سامنے ہتھیار ڈال دیں اور انہیں قوانین الٰہیہ کی برتری اور اس کے نفاذ کو ختم کرنے کا موقع دیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک قانون کی خاطر پورے نظام اسلام کو درہم برہم کر دیا جائے، لہٰذا قانون بنانے والے نے اپنے قانون میں خود ہی یہ رعایت بھی رکھ دی کہ جب پورا نظام اسلام خطرہ میں پڑ جائے تو ایسی حالت میں جنگ کی جا سکتی ہے اور قوانین الٰہیہ کی برتری کے لئے ہر طرح کوشش کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس رعایت کے ماتحت اگر مسلمین کفار کے مقابلہ میں جوابی کاروائی کرتے ہیں تو اس ماہ حرام کی حرمت پامال نہیں ہوگی، پامال تو اس وقت ہوگی جب اس ماہ میں قصداً جنگ کی ابتدائی کی جائے، جوابی کاروائی حرمت کے منافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ اجازت بڑی حکمت پر مبنی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر قانون میں حکمت ہی حکمت ہے۔

مسائل قصاص اور دیت

قاتل خواہ کوئی بھی ہو مقتول کے قصاص میں قتل کر دیا جائے، اگر مقتول کے ورثاء قصاص معاف کر دیں اور دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل کو چاہئے کہ بحسن وخوبی دیت ادا کر دے، دیت کے ادائگی کے بعد کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے، اگر مقتول کے ورثاء دیت بھی معاف کریں تو انہیں اختیار ہے۔ (۱)

مندرجہ ذیل دو صورتوں میں قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا:

۱) اگر کوئی مسلم کسی کافر کو قتل کرے۔ (۲)

۲) اگر باپ بیٹے کو قتل کرے۔ (۳)

نہ باپ کے بدلے بیٹے سے قصاص لیا جائے اور نہ بیٹے کے بدلے باپ قصاص لیا جائے۔ (۴)

قصاص میں جان کے بدلے جان لی جائے، آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑی جائے، ناک کے بدلے ناک کاٹی جائے، اسی طرح تمام اعضاء کا اور تمام زخموں کا قصاص لیا جائے، اگر بدلہ لینے والا معاف کر دے تو پھر یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ (۵)

اگر قاتل قسم کھا کر یہ کہے کہ اس نے قصداً قتل نہیں کیا ہے تو حاکم اس کی قسم کا اعتبار نہ کرے بلکہ شہادتوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے، البتہ مقتول کے ورثاء کو چاہئے کہ ایسی صورت میں حاکم کے فیصلے کے باوجود اسے قتل نہ کریں بلکہ معاف کر دیں۔ (۶)

اگر کوئی شخص اپنے مال مدافعت میں کسی چور یا ڈاکو سے لڑنے پر مجبور ہو جائے اور اسے قتل کر دے تو اس سے نہ قصاص لیا جائے اور نہ دیت۔ (۷)

قصاص اولوالامر سے بھی لیا جائے۔(۸)

کفارہ اور دیتیں مندرجہ ذیل شرح سے ادا کی جائیں:

جرم	دیت و کفارہ
(۱) قتل عمد	
۱) اگر مقتول مومن ہو:	۱۰۰/ اونٹنیاں جن میں سے ۳۰/ اونٹنیاں ایسی ہوں جو چوتھے سال میں لگی ہوں، ۳۰/ اونٹنیاں ایسی ہوں جو پانچویں سال میں لگی ہوں اور چالیس اونٹنیاں ایسی ہوں جو حاملہ ہوں۔(۹)
۲) اگر مقتول ذمی ہو:	مومن کی دیت کا نصف یعنی کل پچاس اونٹنیاں، جن میں سے ۱۵/ اونٹنیاں ایسی ہوں جو چوتھے سال میں لگی ہوں اور بیس اونٹنیاں ایسی ہوں جو حاملہ ہوں۔(۱۰)
(۲) قتل خطا شبہ عمد	سو اونٹ جن میں ۴۰/ گیابھن اونٹنیاں ہوں۔(۱۱)
(۳) قتل خطاء	
۱) اگر مقتول مومن ہو اور دارالاسلام کا رہنے والا ہو۔	دیت: پوری دیت جو قتل عمد کے سامنے بیان کی گئی ہے کفارہ: ایک مومن لونڈی یا غلام آزاد کرے۔(۱۲)
۲) اگر مقتول مومن ہو اور دارالحرب کا رہنے والا ہو یعنی دشمن قوم کا فرد ہو۔	دیت: کچھ نہیں کفارہ: ایک مومن لونڈی یا غلام آزاد کرے۔(۱۳)
۳) اگر مقتول مومن ہو اور اس کا تعلق ایسی کافر قوم سے ہو جس سے مسلمین کا عہد و پیمان ہو۔	دیت: پوری دیت ادا کرے جو قتل عمد کے سامنے بیان کی گئی ہے۔ کفارہ: ایک مومن غلام یا لونڈی آزاد کرے۔(۱۴)

اگر کفارہ میں غلام یا لونڈی آزاد کرنے کی قدرت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے۔(۱۵)

جرم	دیت و کفارہ
(۴) پوری ناک کاٹنا، زبان کاٹنا، دونوں ہونٹ کاٹنا، دونوں ہیضے کاٹنا، ذکر کاٹنا، چوتڑ توڑنا یا دونوں آنکھیں پھوڑنا۔	پوری دیت جو قتل عمد کے سامنے بیان کی گئی ہے۔(۱۶)

جرم	دیت و کفارہ
(۵) ایک پیر کاٹنا، ایک ہاتھ کاٹنا یا ایک آنکھ پھوڑنا۔	پوری دیت کا نصف۔(۱۷)
(۶) سر میں ایسا زخم لگانا جو مغز سر تک پہنچ جائے یا پیٹ پر زخم لگانا (یعنی پیٹ پھاڑنا)	پوری دیت کا تہائی۔(۱۸)
(۷) ایسی چوٹ لگانا جس سے ہڈی سرک جائے۔	۱۵/ اونٹ۔(۱۹)
(۸) ہاتھ یا پیر کی انگلی کاٹنا۔	۱۰/ اونٹ فی انگلی۔(۲۰)
(۹) دانت توڑنا۔	۵/ اونٹ فی دانت۔(۲۱)
(۱۰) ایسا مارنا کہ گوشت کٹ جائے اور ہڈی نکل آئے یا کھل جائے۔	۵/ اونٹ۔(۲۲)
(۱۱) ایسی آنکھ کو پھوڑنا جس کی بینائی جاتی رہی ہو۔	اچھی آنکھ کی دیت کا ۱/۳۔(۲۳)
(۱۲) ایسا ہاتھ کاٹنا جو پہلے سے شل ہو	اچھے ہاتھ کی دیت کا ۱/۳۔(۲۴)
(۱۳) کالا دانت توڑنا۔	اچھے دانت کی دیت کا ۱/۳۔(۲۵)
(۱۴) حاملہ عورت کے پیٹ کے بچہ کا قتل کرنا (حاملہ عورت کو قتل کرنا جس کی وجہ سے پیٹ میں جو بچہ ہو وہ مر جائے یا حاملہ عورت کے پیٹ پر مارنا جس سے بچہ مر جائے)۔	دیت: ایک غلام یا لونڈی۔(۲۶)

قصاص میں جب کسی کو قتل کرے تو قتل میں زیادتی نہ کرے، قصاص لینے کے سلسلہ میں مقتول کی ولی کی مدد کی جائے۔(۲۷)

زخموں کا بدلہ اس وقت نہ لیا جائے جب تک زخم اچھا نہ ہو جائے۔ (۲۸)

تمام مقدمات میں کافر کی دیت مسلم کی دیت کا نصف ہوگا۔ (۲۹)

اگر وہ لوگ جن کے ذمہ دیت واجب الادا ہو بہت غریب ہوں ان پر سے دیت کو موقوف کر دیا جائے۔ (۳۰)

اگر کوئی شخص اپنے غلام کو قتل کر دے تو اسے قتل کر دیا جائے گا، اگر غلام کے اعضاء کاٹے تو اس کے اعضا کاٹے جائیں گے، اگر غلام کو خصی کرے تو اسے خصی کیا جائے گا۔ (۳۱)

قتل کے دیت میں سونے کے مالکوں سے اونٹوں کے بجائے ایک ہزار دینار لے جائیں۔ (۳۲)

اگر کوئی شخص بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکے اور صاحب خانہ اس کی آنکھ پھوڑ دے تو صاحب خانہ سے نہ قصاص لیا جائے گا اور نہ دیت۔ (۳۳)

اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا ہاتھ منہ میں لے کر دانتوں سے دبائے، ایسی صورت میں اگر وہ شخص اس کے منہ سے اپنا ہاتھ نکالے اور ہاتھ نکالنے کی وجہ سے دبانے والے شخص کے دانت گر جائیں تو نہ قصاص واجب ہوگا اور نہ دیت۔ (۳۴)

قاتل کو اسی طرح قتل کیا جائے جس طرح اس نے قتل کیا تھا۔ (۳۵)

دیت کے ادائیگی عصبہ رشتہ داروں (مثلاً باپ، چچا وغیرہ) کو کرنی ہوگی، اگر مجرم عورت ہو تو اس کے شوہر پر دیت کی ادائیگی کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔ دیت نہ اولاد سے لی جائے گی اور نہ قاتل کے ترکہ میں سے وصول کی جائے گی۔ (۳۶)

اگر عصبہ رشتہ دار نہ ہوں تو ماموں دیت ادا کرے۔ (۳۷)

اگر کسی کو ایسا زخم لگا ہو جس کا دیت مقرر نہیں تو حاکم کو چاہئے کہ اس زخم کی دیت طالبین قصاص کے مشورے سے طے کرے۔ (۳۸)

حوالہ جات و حواشی

(۱) قال اللہ تعالیٰ: یاایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحرّ بالحرّ والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی له من اخیه شیء فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان، ذلك تخفیف من ربكم ورحمة فمن اعتدی بعد ذلك فله عذاب الیم (البقرۃ ۱۷۸) وقال رسول اللہ ﷺ من قتل له قتیل فهو بخیر النظرین

اما یودی واما یقاد (صحیح بخاری) قال رسول الله ﷺ لولي المقتول اتعفو قال لا قال أفتأخذ الدية قال لا قال افتقتل قال نعم قال اذهب به ...... قال اما انك ان عفوت عنه فانه يبوء باثمه و اثم صاحبه فعفى عنه (رواه ابوداود ۲/۲۷۰ والنسائي ورواته ثقات. وسنده صحيح)

(۲) قال رسول الله ﷺ لا يقتل مسلم بكافر (صحيح بخاري كتاب الديات)

(۳) قال رسول الله ﷺ لا يقاد الوالد من ولده (رواه احمد وسنده جيد وروى البيهقي نحوه وسنده صحيح. بلوغ الاماني جزء ۱۶ ص ۳۶)

(۴) قال رسول الله ﷺ لايجني جان الاعلى نفسه ولايجني والد على ولده ولامولود على والده (رواه احمد والترمذي وصححه)

(۵) قال الله تبارك وتعالى: وكتبنا عليهم فيها ان النفس بالنفس والعين بالعين والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له (المائدة ۴۵) ان الربيع كسرت ثنية جارية ...... فامر النبي ﷺ بالقصاص فقال انس بن نضر يا رسول الله ﷺ اتكسر ثنية الربيع ...... قال رسول الله ﷺ يا انس كتاب الله القصاص (صحيح بخاري وصحيح مسلم واحمد واللفظ له)

(۶) قتل رجل في عهد رسول الله ﷺ فدفع القاتل الى وليه فقال القاتل يا رسول الله ﷺ والله ما اردت قتله فقال النبي ﷺ اما انه ان كان صادقا فقتلته دخلت النار فخلاه الرجل (رواه ابوداود وابن ماجه والترمذي وصححه. نيل ۷/۲۷)

(۷) جاء رجل فقال يا رسول الله ارايت ان جاء رجل يريد اخذ مالي؟ قال فلا تعطه مالك قال ارايت ان قاتلني؟ قال قاتله، قال ارايت ان قتلني قال فانت شهيد قال ارايت ان قتلته قال هو في النار (صحيح مسلم)

(۸) عن اسيد قال بينما هو يحدث القوم و كان فيه مزاح، بينا يضحكهم فطعنه النبي ﷺ في خاصرته بعود فقال اصبرني قال اصطبر قال ان عليك قميصا وليس علي قميص فرفع النبي ﷺ عن قميصه فاحتضنه وجعل يقبل كشحه قال انما اردت هذا يا رسول الله (رواه ابوداود وسنده جيد. التعليقات للالباني على المشكوة ۳/۱۳۲۸)

(۹) قال رسول الله ﷺ من قتل متعمدا دفع الى اولياء المقتول فان شاؤا قتلوا وان شاؤا اخذوا الدية وهي ثلثون حقه وثلثون جذعة و اربعون خلفة (رواه الترمذي عن عبد الله بن عمرو وحسنه) قال رسول الله ﷺ ان في النفس الدية مائة من الابل (رواه النسائي وسنده صحيح، نيل الاوطار جزء ۷ ص ۴۸)

(۱۰) قال رسول الله ﷺ عقل الكافر نصف دية المسلم وفي رواية دية امة نصف دية الحر (رواه ابوداود عن عبد الله بن عمرو وسنده صحيح، نيل الاوطار جزء ۷ ص ۵۴، ۵۶)

(۱۱) قال قتيل الخطاء شبه العمد بالسوط او العصا (وفي رواية والحجر) مائة من الابل اربعون منها في بطونها اولادها (صحيح نسائي كتاب القسامة باب كم دية شبه العمد سنده صحيح ۳/۲ ص ۹۹۲، ۹۹۳)

Seminar Library
Department of Islamic History
University of Karachi

(۱۲) قال الله تبارك وتعالى: فتحرير رقبة مومنة ودية مسلمة الى اهله الا ان يصدقوا (النساء ۹۲)

(۱۳) قال الله تبارك وتعالى: فان كان من قوم عدولكم و هومومن فتحرير رقبة (النساء ۹۲)

(۱۴) قال الله تبارك وتعالى: وان كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة الى اهله وتحرير رقبة مومنة (النساء ۹۲)

(۱۵) قال الله تبارك وتعالى: فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين (النساء ۹۲)

(۱۶) كتب رسول ﷺ: ان في الانف اذا اوعب جدعه الدية وفي اللسان الدية وفي الشفتين الدية وفي البيضتين الدية وفي الذكر الدية وفي الصلب الدية وفي العينين الدية (رواه النسائي وسنده صحيح نيل الاوطار ۷/۴۸)

(۱۷) كتب رسول ﷺ: وفي الرجل الواحدة نصف الدية (رواه النسائي وسنده صحيح نيل الاوطار ۷/۴۸) وفي رواية: وفي العين خمسون وفي اليد خمسون (رواه النسائي وسنده صحيح)

(۱۸) كتب رسول الله ﷺ: وفي المامومة ثلث الدية وفي الجائفة ثلث الدية (رواه النسائي وسنده صحيح نيل الاوطار ۷/۴۸)

(۱۹) كتب رسول الله ﷺ: وفي المنقلة خمسة عشر من الابل (رواه النسائي وسنده صحيح نيل الاوطار ۷/۴۸)

(۲۰) كتب رسول ﷺ: وفي اصبع من اصابع اليد والرجل عشر من الابل (رواه النسائي وسنده صحيح نيل الاوطار ۷/۴۸)

(۲۱) كتب رسول ﷺ: وفي السن خمس من الابل (رواه النسائي وسنده صحيح نيل الاوطار ۷/۴۸)

(۲۲) كتب رسول ﷺ: وفي الموضحة خمس من الابل (رواه النسائي وسنده صحيح نيل الاوطار ۷/۴۸)

(۲۳) قضى النبي ﷺ وفي العين العوراء السادة لمكانها اذا طمست بثلث ديتها (رواه النسائي ۲۱۷/ ۲ ورواته ثقاته نيل ۷/۵۳ وسنده صحيح)

(۲۴) قضى النبي ﷺ وفي اليد الشلاء اذا قطعت بثلث ديتها (رواه النسائي ۲۱۷/ ۲ ورواته ثقات نيل ۷/۵۳ وسنده صحيح)

(۲۵) قضى النبي ﷺ وفي السن السوداء اذا نزعت بثلث ديتها (رواه النسائي ۲۱۷/ ۲ ورواته ثقات نيل ۷/۵۳ وسنده صحيح)

(۲۶) قضى النبي ﷺ في جنين امراة سقط ميتا بغرة عبد او امة (صحيح بخاري وصحيح مسلم) ان امراة ضربتها ضرتها بعمود فسطاط فقتلتها وهي حبلى فاتي فيه النبي ﷺ فقضى في الجنين غرة (صحيح مسلم كتاب القسامة ۲/۴)

(۲۷) قال الله تبارك وتعالى: ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا فلا يسرف في القتل انه كان منصورا (بني اسرائيل ۳۳)

(۲۸) نهى رسول الله ﷺ ان يقتص من جرح حتى يبرأ صاحبه (رواه ابو داود عن عبد الله بن عمرو وسنده صحيح)

(۲۹) قال رسول الله ﷺ عقل الكافر نصف دية المسلم (رواه احمد والنسائي والترمذي وسنده صحيح نيل الاوطار جزء ۷ ص ۵۴)

(۳۰) ان غلاما قطع اذن غلام فاتي اهله الى النبي ﷺ فقالوا يانبي الله انا اناس فقراء فلم يجعل عليه شيئا (رواه احمد وابو داود وسنده صحيح نيل الاوطار ۷/۶۹)

(۳۱) قال رسول الله ﷺ من قتل عبده قتلناه ومن جدعه جدعناه ومن اخصاه اخصيناه (رواه النسائي ۲۰۸/ ۲ وسنده حسن وروى الترمذي نحوه وحسنه)

(۳۲) كتب رسول الله ﷺ على اهل الذهب الف دينار (رواه النسائي ۲۱۸/ ۲ وسنده صحيح نيل الاوطار جزء ۷ ص ۴۸)

(۳۳) قال رسول الله ﷺ لرجل لو اطلع في بيتك احد ولم تاذن له فخذفته بحصاة ففقات عينه ما كان عليك من جناح (صحيح بخاري وصحيح مسلم)

(۳۴) عن يعلى كان لي اجير فقاتل انسانا فعض احدهما يد الآخر فانتزع المعضوض يده من في العاض فاندر ثنيته فسقطت فانطلق الى النبي ﷺ فاهدر ثنيته (صحيح بخاري وصحيح مسلم)

(۳۵) ان يهوديا رض راس جارية بين حجرين فقتله رسول الله ﷺ بين الحجرين (صحيح بخاري كتاب الديات وصحيح مسلم)

(۳۶) ان رسول الله ﷺ قضى في جنين امراة بغرة عبد او امة ثم ان المراة التي قضى عليها بالغرة توفيت فقضى رسول الله ﷺ ان ميراثها لبنيها وزوجها وان العقل على عصبتها (صحيح بخاري وصحيح مسلم)

(۳۷) قال رسول الله ﷺ الخال وارث من لا وارث له يعقل عنه ويرثه (رواه احمد وابو داود عن المقدام وسنده صحيح نيل الاوطار ۶/۵۳)

(۳۸) ان النبي ﷺ بعث ابا جهم مصدقا فلاجه رجل في صدقته فضربه ابو جهم فشجه فاتوا النبي ﷺ فقالوا القود فقال النبي ﷺ لكم كذا وكذا فلم يرضوا فقال فلكم كذا وكذا فرضوا .... (رواه احمد والنسائي ورجاله رجال الصحيح. بلوغ جزء ۱۲ ص ۳۸ وسنده صحيح)

کرایہ بیوت مکہ کی شرعی حیثیت

مولانا محمد طاسین ☆

قرآن وحدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین پر جتنے بھی بلاد ومقامات ہیں ان میں مکہ مکرمہ کو روحانی اور معنوی لحاظ سے جو فضیلت وعظمت اور جو شرافت وکرامت حاصل ہے وہ دوسرے کسی شہر اور مقام کو حاصل نہیں سرزمین مکہ مکرمہ کو جن خصوصیات کی وجہ سے امتیازی شان نصیب اور منفرد حیثیت حاصل ہے ان میں سے ایک یہ کہ یہاں از روئے قرآن کریم وہ پہلی عبادت گاہ ہے جو عبادت الٰہی کی خاطر انسانیت کے لئے بنائی اور مقرر کی گئی، دوسری یہ کہ یہاں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریفہ ظہور میں آئی اور اس کو مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہوا، تیسری خصوصیت یہ کہ یہیں سے دین اسلام کی ہدایت کا سورج طلوع ہوا اور اس کی نورانی شعاؤں سے ایک دنیا جگمگائی اور چاردانگ عالم میں اس کی روشنی پھیلی، چوتھی خصوصیت یہ کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن فریضہ حج کا تعلق جن مقدس مقامات سے ہے وہ یہیں واقع ہیں بنا بریں سرزمین مکہ سے متعلق بعض ایسے شرعی احکام ہیں جو دنیا کے دوسرے کسی شہر اور بلد سے متعلق نہیں منجملہ ان کے ایک شرعی حکم خاص طور پر مکہ مکرمہ کے مکانات کے کرائے سے متعلق ہے، بعض احادیث وآثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے بیوت ومکانات کو کرائے پر دینا جائز نہیں کیونکہ ان میں اس کی ممانعت کا صاف ذکر ہے جبکہ دنیا کے باقی کسی شہر کے مکانات کے کرائے کی ممانعت کا اس طرح ذکر نہیں۔ ذیل میں ہم ان احادیث اور آثار کو نقل کرتے ہیں جن سے بیوت ومکانات مکہ کے کرائے کی

☆سابق سربراہ مجلس علمی لائبریری، کراچی

ممانعت مفہوم اور معلوم ہوتی ہے:

۱۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی مکۃ لاتباع رباعہا ولا تکری بیوتہا

(رواہ الاثرم باسنادہ) ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے بارے میں کہ نہ اس کے رہائشی مکانات کو بیچا جائے اور نہ اس کے گھروں کو کرایہ پر دیا جائے۔

۲۔ عن الاعمش عن مجاہد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مکۃ حرام حرمہا اللہ لایحل بیع رباعہا ولا اجور بیوتہا۔

ترجمہ: حضرت اعمش نے حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ حرام ہے اللہ نے اس کو محترم ٹھہرایا ہے لہٰذا نہ اس کے مکانات کو بیچنا حلال ہے اور نہ ان کا کرایہ لینا حلال وجائز ہے۔

۳۔ عن علقمہ بن نضلۃ قال کانت الدور والمساکن علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم ماتکری ولا تباع ولا تدعی الاالسوائب من احتاج سکن ومن استغنی اسکن۔

ترجمہ: حضرت علقمہ بن نضلہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں مکہ مکرمہ کے گھر اور رہائشی مکان نہ کرائے پر دیے جاتے تھے اور نہ بیچے جاتے تھے اور نہیں ذکر کئے جاتے تھے مگر سوائب کے نام سے یعنی لاوارث قسم کے جس کو سکونت کی ضرورت ہوتی ان میں سکونت اختیار کرتا اور جس کو ضرورت نہ ہوتی وہ دوسرے کو سکونت کے لئے دے دیتا۔

۴۔ عن مجاہد عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا یحل بیع بیوت مکۃ ولا اجارتہا بہ۔

ترجمہ: حضرت مجاہد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیوت مکہ کی نہ بیع حلال ہے اور نہ ان کا جارہ حلال وجائز ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں اس کے الفاظ، لایحل بیع دور مکۃ ولا کراء ھا (ج۵ ص۱۴۸)

۵۔ عن ابن ابی نجیح عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال من اکل کراء بیوت مکۃ

فانما یاکل فی بطنه نارا. اخبار مکۃ (ص ۱۳۲ ج ۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا جس نے مکانات مکہ کا کرایہ کھایا سوائیاس کے نہیں کہ اس نے اپنے پیٹ میں آگ بھری۔

بعض روایات میں متن حدیث کے مذکورہ الفاظ کے بعد یہ الفاظ ہیں: لان الناس فی الانتفاع بها سواء۔ کیونکہ لوگ ان سے نفع اٹھانے کا مساوی حق رکھتے ہیں اور اس میں برابر ہیں۔

سنن الدار قطنی میں اس حدیث کی سند میں "رفع الحدیث" کے جو الفاظ ہیں وہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے، علاوہ ازیں اس حدیث میں جو وعید ہے وہ بھی چونکہ ایک صاحب وحی پیغمبر ہی فرما سکتا ہے لہذا اس سے بھی اس کا قول رسول ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ کوئی صحابی اپنے عقل وقیاس سے ایسی بات نہیں فرما سکتا۔ بعض روایات میں نار کے ساتھ جہنم کا لفظ بھی ہے، یعنی وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

۶۔ عن مجاهد ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه قال یا اهل مکۃ لاتتخذوا لدور کم ابوابا لینزل البادی حیث شاء۔ مصنف عبدالرزاق (ص ۱۴۷ ج ۵)

ترجمہ: حضرت مجاہد نے روایت کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اہل مکہ سے فرمایا کہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ تاکہ باہر سے آنے والا حاجی جہاں چاہے اتر سکے۔

۷۔ عن ابن جریج قال کان عطاء ینهی عن الکراء فی الحرم واخبرنی ان عمر بن الخطاب کان ینهی ان یبوب دور مکۃ لان ینزل الحاج فی عرصاتها فکان اول من بوب داره سهیل بن عمرو فارسل الیه عمر بن الخطاب فی ذالک فقال انظرنی یا امیر المومنین انی کنت امرء تاجرا فاردت ان اتخذبابین یحبسان ظهری قال فذالک اذا۔ مصنف عبدالرزاق (ص ۱۴۶ ج ۵)

ترجمہ: حضرت ابن جریج نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عطاء حرم کے مکانات کے کرائے سے منع کرتے تھے اور حضرت عطاء نے مجھے بتلایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مکہ والوں کو منع کیا کہ وہ اپنے گھروں کے آگے دروازے نہ لگائیں تاکہ حاجی گھروں کے صحنوں میں اتر سکیں، پس پہلا آدمی جس نے اپنے گھر کے آگے دروازہ لگایا حضرت سہیل بن عمرو تھا حضرت عمر کو پتہ چلا تو اس کو اکھاڑنے کیلئے آدمی بھیجا تو حضرت سہیل نے عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے کچھ مہلت دیجئے میں

ایک تاجر آدمی ہوں میں نے اپنی سواری کے جانور کو صحن میں روک رکھنے کیلئے دو دروازے بنائے تاکہ وہ کہیں بھاگ نہ جائے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر یہ عذر قبول ہے۔

ایک اور روایات یہ بھی ہے: فقد استخلف معاویة رضی الله عنه وما لدار مکۃ باب۔ مصنف عبدالرزاق (ص ۱۴۷ ج ۵) ترجمہ: حضرت معاویہؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے اس وقت تک مکہ مکرمہ کے کسی گھر کا دروازہ نہ تھا۔

احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کے بعد اب آثار واقوال تابعین اور تبع تابعین ملاحظہ فرمائیے جو حدیث وغیرہ کی مختلف کتابوں میں مذکور ہیں۔

عن ابی رواد قال بلغنی ان مجاهدا یقول الکراء بمکۃ نار، وقال سمعت عبدالکریم بن ابی المخارق یقول لا تباع تربلها ولا یکری ظلها یعنی مکه۔ اخبار مکہ (ص ۱۳۲ ج ۲) ترجمہ: حضرت ابو رواد نے روایت کرتے ہوئے کہا مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت مجاہد فرماتے تھے کہ مکانات مکہ کا کرایہ آگ ہے اور میں نے حضرت عبدالکریم بن ابی المخارق سے سنا یہ فرماتے ہوئے کہ مکہ کی زمین بیچی جائے اور نہ اس کے سائے یعنی مکان کو کرایہ پر دیا جائے۔

عن العوام بن حوشب عن عطاء بن ابی رباح انه کان یکره اجور بیوت مکۃ۔ شرح معانی الآثار (ص ۲۰۶ ج ۲) ترجمہ: حضرت عوام بن حوشب نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عطاء بن ابی رباح بیوت مکہ کے کرائے کو مکروہ (حرام) گردانتے تھے۔

عن منصور عن مجاهد قال اهل مکۃ وغیر هم فی المنازل سواء۔ مصنف ابن ابی شیبہ (ص ۹۰ ج ۳) ترجمہ: حضرت منصور نے حضرت مجاہد کے حوالے سے کہا کہ اہل مکہ اور غیر اہل مکہ وہاں کے مکانات میں برابر ہیں یعنی سب کو ان سے فائدہ اٹھانے کا مساوی حق ہے۔

عن اشعث عن الحسن قال اهله وغیره فیها سواء ابن ابی شیبه (ص ۸۰ ج ۴) ترجمہ: حضرت اشعث نے حضرت حسن بصری کا یہ قول بیان کیا کہ کے گھروں سے فائدہ اٹھانے میں مکہ کے باشندے اور باہر سے آنے ہوئے حجاج وغیرہ سب برابر ہیں۔

عن عبدالله بن مسلم عن عطاء انه کره الکراء بمکۃ۔ کتاب الاموال (ص ۶۶) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسلم نے روایت کیا کہ حضرت عطاء مکہ کے بیوت کے کرائے کو برا اور ناجائز سمجھتے تھے۔

روی لیث عن القاسم قال من اکل کراء بیوت مکۃ فانما یاکل نارا۔ احکام

القرآن للجصاص (ص ۳۹۰ ج ۳) ترجمہ: حضرت لیث نے حضرت قاسم کا یہ قول روایت کیا کہ جس نے مکہ کے گھروں کا کرایہ کھایا سوائے اس کے نہیں کہ اس نے آگ کھائی۔

عن ابن جریج قال قرأت کتاب عمر عن عبدالعزیز الی الناس ینھی عن کراء بیوت مکۃ ۔ کتاب الاموال (ص ۶۶) ترجمہ: حضرت ابن جریج نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن العزیز کا وہ فرمان خود پڑھا جو انہوں نے اپنے عہد خلافت میں جاری کیا اور اس میں مکہ کے بیوت کے کرائے سے منع فرمایا اور روکا۔

عن عبدالملک بن سلیمان قال کتب عمر بن عبد العزیز الی امیر مکۃ ان لایدع اھل مکۃ یاخذون علی بیوت مکہ اجرا فانہ لایحل لھم ۔ اخبار مکہ زرقی (ص ۱۳۲ ج ۲) ترجمہ: عبدالملک بن سلیمان نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بحیثیت خلیفہ کے امیر مکہ کو لکھا کہ وہ مکہ والوں کو اس کا موقع نہ دے کہ وہ بیوت مکہ کے استعمال پر کرایہ وصول کریں کیونکہ یہ ان کے لئے حلال نہیں۔

عن ابن جریج قال قرأت کتابا من عمر بن عبدالعزیز الی عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد وھو عاملہ علی مکۃ یامرہ ان لا یکری بمکۃ شیئی ۔ اخبار مکہ۔ ترجمہ: حضرت ابن جریج نے کہا میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فرمان خود پڑھا جو انہوں نے عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد کو بھیجا جو اس وقت مکہ میں ان کا عامل گورنر تھا، اسے حکم دیا کہ مکہ میں کوئی مکان کرائے پر نہ دیا لیا جائے۔

ان آخری دو روایات میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے جس حکم نامے اور فرمان کا ذکر ہے وہ انہوں نے بحیثیت خلیفہ اور امیر المومنین کے جاری فرمایا اور چونکہ وہ حلال و حرام سے متعلق دینی نوعیت کا حکم اور فرمان ہے لہذا حضرت عمر بن عبدالعزیز کی حد درجہ احتیاط کے پیش نظر ضروری ہے کہ وقت کے ممتاز اور اکابر علماء و فقہاء کے صلاح مشورے سے جاری کیا گیا ہو بنا بریں اس کی حیثیت اجماعی فیصلے کی سی ہے جو شرعاً خاص اہمیت رکھتا اور واجب العمل ہوتا ہے۔

اور چونکہ فرمان مذکور کے اندر تصریح ہے کہ وہ صرف کراء بیوت مکہ سے متعلق ہے ان کی ملکیت، وراثت اور خرید و فروخت سے متعلق نہیں لہذا ان روایات سے اس کا کوئی خاص تعارض اور تصادم نہیں جن سے بیوت مکہ کی ملکیت، وراثت اور خرید و فروخت کا ثبوت مہیا ہوتا ہے بعد کے جن فقہاء نے ان روایات کی بناء پر بیوت مکہ کے کرائے کا جواز نکالنے کی کوشش کی ہے وہ علمی اور عقلی طور پر درست نہیں

ثابت کی جا سکتی کیونکہ کسی مکان کی ملکیت کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے استعمال پر کرایہ لینا بھی جائز ہو اسی طرح کسی مکان وغیرہ کی بیع وشراء کے جواز سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو اجارے پر دینا بھی ضرور جائز ہو کیونکہ ان کے مابین کوئی تلازم نہیں اور پھر چونکہ مکہ مکرمہ کی جو مخصوص اور ممتاز شان ہے اس کی وجہ سے اس کے مکانات کی بعینہ وہ حیثیت نہیں جو دنیا کے دوسرے شہروں کے مکانات کی ہے دوسرے شہروں کے مکانات کے مالکان کو اپنے مکانات میں جن تصرفات کا شرعاً اختیار حاصل ہوتا ہے مکہ مکرمہ کے مکانات کے مالکوں کو ان میں سے بعض تصرفات کا اختیار حاصل ہوتا اور بعض تصرفات کا شرعاً اختیار نہیں ہوتا مثلاً دوسرے شہروں کے مکانات کے مالک مکان کے ساتھ اس زمین کے بھی مالک ہوتے ہیں جس پر مکان بنا ہوتا ہے بخلاف مکہ مکرمہ کے مکانات کے کہ ان کے مالک اوپر بنے ہوئے مکانات کے تو مالک ہوتے ہیں لیکن اس زمین کے مالک نہیں ہوتے جس پر مکان بنائے گئے ہوتے ہیں چنانچہ دوسرے شہروں کے مکانات کے مالک جس طرح بنے ہوئے مکان اور اس کے ملبے کی خرید و فروخت کر سکتے ہیں اسی طرح اس زمین کی بھی خرید و فروخت کر سکتے ہیں جبکہ مکہ مکرمہ کے مکانات کے مالک بنے ہوئے مکان کی تو خرید و فروخت کر سکتے ہیں لیکن اس زمین کی خرید و روخت نہیں کر سکتے جس پر مکان بنا ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ حرم کی پوری زمین جس میں مکہ مکرمہ شامل ہے قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق دنیا کے تمام مسلمانوں کے استفادہ کیلئے مباح عام کی حیثیت رکھتی ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے حق میں سب مسلمان برابر کے شریک ہیں فرمایا سواء العاکف فیہ والباد اس سے فائدہ اٹھانے کے حق میں مکہ مکرمہ میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے سب مسلمان مساوی و برابر ہیں اور یہ اس لئے کہ اسلام کے بنیادی ارکان میں ایک رکن جس کا نام حج ہے اس کی ادائیگی کا تعلق جن مقامات مقدسہ اور مشاعر مبارکہ سے ہے وہ سب حرم کی سرزمین میں واقع ہیں لہذا اس رکن کی ادائیگی اور اس عبادت کی انجام دہی کے لئے ہر صاحب استطاعت مسلمان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ وہاں جا کر اس اہم دینی فریضہ کو ادا کرے خواہ وہ کسی ملک اور شہر کا باشندہ ہو حج کے مناسک و اعمال میں سے طواف کا تعلق بیت اللہ اور خانہ کعبہ سے ہے سعی کا تعلق صفا و مروہ سے ہے وقوف کا تعلق عرفہ و مزدلفہ سے اور قربانی وغیرہ کا تعلق منیٰ سے ہے اور یہ سب مقامات مقدسہ سرزمین حرم میں واقع ہیں کچھ شہر مکہ کے اندر اور کچھ مضافات میں، اور چونکہ ان اعمال کی ادائیگی کیلئے چند دن مقرر ہیں بنا بریں حج کے ارادہ سے دور دراز ملکوں اور علاقوں سے آنے والے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں چند دن ضرور ٹھہرنا اور قیام کرنا پڑتا ہے اور ان کو اس کیلئے مکان وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ مذکورہ خصوصیات کی وجہ سے سرزمین حرم کی مخصوص اور منفرد شان

اور ممتاز حیثیت ہے اور اس کے متعلق بعض ایسے شرعی احکام ہیں جو دنیا کی دوسری کسی سرزمین سے متعلق نہیں مثلاً ان میں سے ایک یہ کہ یہ سرزمین سب مسلمانوں کے انتفاع و استفادہ کے لئے عام ہے، اس سے ہر ایک رہائش کا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن اس کے کسی حصے اور کسی ٹکڑے کی بیع و شراء اور خرید و فروخت نہیں کرسکتا، بلکہ اس پہلو سے اس کو مسجد کی طرح قرار دیا گیا ہے۔ امام ابو عبید قاسم بن سلام کی کتاب الاموال میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی دو اثر ہیں جن میں پورے حرم کو مسجد سے تعبیر کیا گیا۔

عن مجاهد عن ابن عمر رضي الله عنهما قال الحرم كله مسجد. ص ۶۷

ترجمہ: حضرت مجاہد نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ان کا یہ قول روایت کیا کہ حرم کی پوری زمین مسجد ہے۔

عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنهما قال الحرم كله مسجد

ص: ۶۷ ترجمہ: حضرت سعید بن جبیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حرم کا کل مسجد ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حرم سے مراد زمین کا صرف وہ حصہ نہیں جس میں مسجد الحرام واقع ہے بلکہ وہ ساری زمین ہے جس میں مکہ مکرمہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات واقع ہیں اور جس کی چاروں طرف حدود متعین ہیں، جدہ کی طرف سے مقام الحدیبیہ، طائف کی طرف سے بطن عرنہ، عراق کی طرف سے جادہ وادی النخلہ، مدینہ منورہ کی طرف سے مقام تنعیم اور یمن کی طرف سے مقام اضاۃ ہیں۔ حج و عمرہ کے لئے آنے والوں پر لازم اور واجب ہوتا ہے کہ ان مقامات سے گزرتے وقت احرام کی حالت میں ہوں، اس پورے خطہ زمین کو مسجد کہنے کا مطلب یہ کہ جس طرح مسجد سب مسلمانوں کی عبادت کیلئے وقف ہوتی اور اسکے کسی حصے کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا اور ہر حصے میں ہر شخص بغیر کسی روک ٹوک کے خالی جگہ میں عبادت کرسکتا اور نماز پڑھ سکتا ہے، اسی طرح سرزمین حرم میں ہر مسلمان خالی جگہ میں بغیر کسی کی اجازت کے قیام کرسکتا اور رہائش کا فائدہ اٹھا سکتا ہے اور پھر جس طرح نظم و ضبط قائم رکھنے کی خاطر مسجد کے متعلق اسلام کی یہ ہدایت ہے کہ جو شخص دوسروں سے سبقت کرکے جس جگہ پہلے بیٹھ جائے اس کو اس جگہ سے ہٹایا نہ جائے یعنی شرعاً کوئی اس کا مجاز نہیں کہ وہ زبردستی اس کو اس کی جگہ سے ہٹنے پر مجبور کرے، جب وہ خود عبادت سے فارغ ہوکر اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو پھر دوسرا اس جگہ میں عبادت کرسکتا ہے اور یہ کہ کسی کیلئے یہ جائز نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد جگہ مسجد کے اندر روک رکھے اور کسی کو اس میں عبادت نہ کرنے دے یا دوسرے کو دے کر کوئی معاوضہ لے اور مالی فائدہ اٹھائے، اسی طرح نظم و ضبط قائم رکھنے

کی خاطر سرزمین حرم کے متعلق بھی اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ جس جگہ جو مسلمان سب سے پہلے ٹھہر جائے دیواریں کھڑی کرکے باقاعدہ مکان بنالے یا خیمہ لگالے اس کو اس جگہ سے رہائش کا فائدہ اٹھانے کا پورا حق ہے دوسروں کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس کو اس حق سے محروم کرے اور زبردستی اس سے چھین لے، اور یہ کہ کوئی شخص اپنی رہائشی ضرورت سے زائد جگہ پر قبضہ نہ کرے اور نہ قبضہ کی ہوئی زائد زمین کسی دوسرے پر فروخت کرے اور نہ کرائے کی شکل میں اس سے کوئی مالی فائدہ اٹھائے کیونکہ اس کا حکم مسجد کی زمین کا سا ہے، اگر کسی کے پاس اپنی رہائشی ضرورت سے زائد کوئی مکان ہو تو وہ اس کو فروخت بھی کرسکتا ہے کسی کو بطور عطیہ اور ہدیہ بھی دے سکتا ہے۔ مرنے کے بعد اس کے ورثاء کو بھی منتقل ہوسکتا ہے لیکن وہ اس کو کرائے پر نہیں دے سکتا کیونکہ کرائے کا تعلق مکان اور اس کی زمین دونوں سے ہوتا ہے اور چونکہ حرم کے مکانات کی زمین ان کے مالکان کی ملکیت نہیں ہوتی اور صرف وہی اس سے فائدہ اٹھانے کا خصوصی حق نہیں رکھتے بلکہ دوسرے سب مسلمان بھی اس میں شریک ہوتے ہیں مالک مکان اور کرایہ دار دونوں کو مکان کی زمین سے استفادہ کا برابر کا حق حاصل ہوتا ہے لہذا اس کے عوض مالک مکان کرایہ دار سے کوئی مال وغیرہ نہیں لے سکتا۔

رہا اس بات کا ثبوت کہ حرم کی سرزمین میں جو شخص دوسروں سے پہل کرکے جس جگہ اترا اور ٹھہر جائے اس جگہ سے اس کو بے دخل اور دستبردار نہیں کیا جاسکتا، ایک تو ان مذکورہ روایات سے فراہم ہوتا ہے جن میں سرزمین حرم کو مسجد سے تشبیہ دی گئی ہے اور دوسرے اس حدیث سے فراہم ہوتا ہے جو متعدد کتابوں میں اسطرح بیان ہوئی ہے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت قلت يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الا تبني لك بيتا او بناء يظلك عن الشمس تعني بمكة فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا انما هي مناخ من سبق. کتاب الاموال (ص ۶۵) ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے حج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مکہ میں اپنے لئے کوئی ایسا مکان وغیرہ کیوں نہیں بنالیتے جس کے سائے میں آپ ﷺ دھوپ کی تمازت سے بچ سکیں، اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ایسا کرنا درست نہیں یا یہ کہ میں ایسا کرنا جائز نہیں سمجھتا اور سوائے اس کے نہیں کہ یہ ٹھہرنے کی جگہ ہے ہر اس شخص کیلئے جو دوسروں سے پہلے وہاں ٹھہر جائے یعنی میں حرم کی کسی جگہ کو اپنے ٹھہرنے کیلئے مخصوص کرنا نہیں چاہتا تاکہ دوسروں کی حق تلفی لازم نہ آئے۔

اس کا ثبوت کہ حرم کی زمین میں جو سبقت کر کے سب سے پہلے کسی جگہ اپنا مکان بنا لے اپنی رہائش کیلئے، اس مکان کا وہ مالک ہوتا ہے اس سے اس کو بے دخل نہیں کیا جا سکتا وہ اس مکان کے اوپر کے حصے کی بیع و شراء بھی کر سکتا ہے اور وراثت کے طور پر اس کے ورثاء کی طرف منتقل بھی ہو سکتا ہے ایک تو ان روایات سے بھی فراہم ہوتا ہے جن میں حرم کے بعض مکانات کی خرید و فروخت کا ذکر ہے جیسے وہ روایت جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صفوان بن امیہ کا مکان جیل خانے کیلئے خرید ا: ابتاع من صفوان ابن امية دار السجن لعمر بن الخطاب ۔ اخبار مکہ (ص ۱۴۳ ج ۲) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نمائندہ نے حضرت صفوان بن امیہ سے دار السجن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے خریدا۔ بعض روایت میں ہے کہ چار ہزار دینار کے عوض خریدا، یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے، اور دوسرے اس روایت سے فراہم ہوتا ہے جس میں یہ بیان ہے کہ رسول ﷺ جب حجۃ الوداع کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ حضور آپ ﷺ مکہ میں اپنے گھر میں کہاں اتریں گے اور قیام فرمائیں گے تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لئے کہاں کوئی گھر چھوڑا ہے۔ چچا ابوطالب کی موت کے بعد اس کے ترکہ کے دو بیٹے عقیل اور طالب وارث ہوئے حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ اس وجہ سے وارث نہ ہوئے کہ یہ دونوں مسلمان تھے جبکہ عقیل اور طالب دونوں کافر تھے۔ اس روایت کے عربی الفاظ اس طرح ہیں: عن اسامة بن زيد انه قال يا رسول الله اين تنزل في دارك بمكة فقال هل ترك عقيل من رباع او دور وكان عقيل ورث ابا طالب هو و طالب ولم يرثه جعفر ولا علي رضي الله عنهما شيئا لانهما كانا مسلمين وكان عقيل و طالب كافرين ۔ صحیح بخاری مع فتح الباری (ص ۳۵۲ ج ۳) ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور استفسار عرض کیا کہ آپ ﷺ مکہ میں اپنے کس گھر میں اتریں اور ٹھہریں گے تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ہمارے لئے عقیل نے گھر چھوڑے ہی کہاں ہیں، عقیل اور طالب ابوطالب کے وارث ہوئے اور جعفر اور علی رضی اللہ عنہما وارث نہیں ہوئے کیونکہ وہ دونوں مسلمان ہو گئے جبکہ عقیل اور طالب کافر ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے مکانات وراثت کے طریقہ سے ایک دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں، اور یہ بات کہ مکان کے ساتھ صحن وغیرہ کی شکل میں جو خالی جگہ ہوتی ہے دوسرے شہروں کے اندر وہ مکان میں شامل ہوتی اور اس کا حکم مکان کا سا ہوتا ہے یعنی مالک مکان اس کو

فروخت بھی کر سکتا ہے اور کرائے پر بھی دے سکتا ہے لیکن مکہ مکرمہ کے مالک اس خالی جگہ کا مالک نہیں ہو سکتا ، اس کا ثبوت حضرت عمر فاروقؓ کے اس فرمان سے بھی مہیا ہوتا ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں: ليس لاحد حق الا ما احاطت عليه جدرانه ۔ اخبار مکہ (ص ۱۴۲ ج ۲) ترجمہ: سرزمین حرم سے کسی کے لئے حق نہیں سوائے اس زمین کے جس کو اس کے رہائشی گھر کی دیواروں نے گھیر رکھا ہو۔ بہر حال جہاں تک مکانات مکہ مکرمہ کے کرائے پر لینے دینے کا تعلق ہے اس کی ممانعت سے متعلق احادیث اور آثار موجود ہیں جو پہلے متعدد کتابوں سے پیش کئے گئے ہیں لیکن اس کے جواز کے متعلق کوئی حدیث اور روایت نہیں ملتی مطلب یہ کہ جو علماء و فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں نہ ان کے پاس کوئی نقلی دلیل ہے اور نہ عقلی دلیل۔ یہ حضرات مکانات مکہ کی بیع و شراء اور وراثت سے متعلق جن روایات سے اس کے جواز پر استدلال کرتے ہیں وہ نہایت کمزور اور بودا استدلال ہے کیونکہ شرعاً ضروری نہیں کہ جس چیز کی بیع و شراء شرعاً جائز ہو ہر حال اور ہر صورت میں منفعت کی بھی بیع و شراء جائز ہو یعنی اس کو اجارے پر دینا بھی جائز ہو اگر ایسا ہوتا تو اکابر صحابہ و تابعین مکہ مکرمہ کے مکانات کے کرائے کو ممنوع و ناجائز نہ کہتے اور حدیث نبوی میں اس کو جہنم کی آگ سے تعبیر نہ فرمایا جاتا، اور پھر جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ سرزمین حرم اور مکہ مکرمہ کی مخصوص حالت اور منفرد شان کی وجہ سے اس کے متعلق بعض ایسے شرعی احکام ہیں جو دوسرے کسی علاقہ اور کسی شہر سے متعلق نہیں ان میں سے ایک شرعی حکم اس کے مکانات کے کرائے کا ممنوع ہونا ہے۔

واضح رہے کہ مکانات مکہ مکرمہ کی کرایہ داری کے موضوع پر مختلف فقہاء کرام نے اپنے اپنے علم و فہم کے مطابق کافی کچھ لکھا ہے جو متفرق کتابوں میں موجود ہے، میں نے اپنا یہ مضمون لکھنے سے پہلے اس موضوع سے متعلق بہت کچھ پڑھنے کی کوشش کی اور اس نتیجہ تک پہنچا کہ اس موضوع سے متعلق سب سے بہتر، جامع اور مدلل علامہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن القیم نے لکھا ہے لہذا میں یہاں ان کی تحریرات کو نقل اور پیش کرنا ضروری اور مفید سمجھتا ہوں اس وجہ سے بھی کہ سعودی عربیہ کے علماء ان دونوں شیخ الاسلام حضرات سے گہری عقیدت رکھتے اور ان کی تحقیقات اور تحریرات کو انتہائی اہمیت دیتے اور ان پر اعتماد کرتے ہیں، اس مسئلہ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی جو تحقیق ہے اس کا نتیجہ انہوں نے اپنی اس تحریر میں پیش فرمایا ہے:

بيوت مكة احسن ما فيها لا تجوز اجارتها بل يجب بذلها للمحتاج بغير عوض، فهذا الذي يدل عليه الكتاب و السنة و الآثار و القياس ۔ مجموع فتاوی ابن تیمیہ (ص ۲۱۱ ج ۲۹) ترجمہ: مکانات مکہ مکرمہ کے متعلق نہایت اچھی اور احسن بات یہ ہے کہ ان کا اجارہ